ضیاءالدین لاہوری

مفتی صدرالدین آزردہ اور سن ستاون

انگریز جاسوسوں کی زبانی

جنگ آزادی ۱۹۵۷ء میں برصغیر کے مسلمان عوام الناس نے انگریزوں کی حاکمیت کے خلاف جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا اور حریت پسند رہنماؤں نے حتی المقدور ان کی رہنمائی کی۔ ان میں علمائے دین کی ایک قابل ذکر تعداد بھی تھی۔ دوسری جانب انہی عوام کے ممتاز افراد میں سے بعض مخصوص ذہنیت کے مالک انگریزی حکومت کے دل و جان سے خیر خواہ تھے کیونکہ انہیں قوم کے مقابلے میں ذاتی مفادات عزیز تھے۔ ان قوم فروشوں سے جہاں تک ممکن ہوسکا اپنی حیثیت اور بساط کے مطابق غیر ملکی آقاؤں کو اس سرزمین پر مسلط رکھنے میں ہر قسم کی امداد مہیا کی۔ انہوں نے انگریزوں کے خلاف لڑنے والوں کی حوصلہ شکنی کی۔ چند ایک نے تو ہم وطنوں کے خلاف تلوار اٹھانے میں بھی کوئی عار محسوس نہ کی۔ آستین کے سانپ پرچہ نویسی کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو بظاہر تو غیر جانب دار تھے یا مجبوراً یا مصلحتاً عوام کے ہم رائے دکھائی دیتے تھے (بلکہ ان کے مشوروں میں بھی شریک ہوتے تھے) مگر پس منظر میں نہایت گھناؤنی سازشوں میں مصروف تھے اور اس طرح انگریزی حکومت کو استحکام مہیا کرنے میں بہت اہم اور خطرناک کردار ادا کر رہے تھے۔ جب ان کے سیاہ کرتوتوں کے طفیل عوامی بغاوت کچل دی گئی تو یہ لوگ اپنی خدمات کے صلے میں انعام و اکرام کے حق دار قرار پائے۔ پنشنیں مقرر ہوئیں۔ جاگیریں منظور ہوئیں۔ خلعات اور عطیات سے نوازے گئے اور اعلیٰ عہدوں پر ترقی اور خطابات سے سرفراز ہوئے۔ انہیں ہر قسم کی مراعات اور سہولتیں عطا ہوئیں جس سے وہ اور ان کے بیٹے پوتے کئی عشروں تک اس بے بس قوم کے نمائندے بن کر غلامی کو تقویت بخشتے رہے۔ جب کرہ ارض پر چلنے والی آزادی کی تحریکوں کی تیز ہواؤں نے اس سرزمین کو متاثر کیا تو ہماری سوچوں میں بھی تبدیلیاں پیدا ہوئیں اور اسی انداز میں گزشتہ تاریخ رقم ہونے لگی۔ بعض نیک نام اشخاص کی دشمن کے تذکرے منظر عام پر آئے۔ جن کا کچا چٹھا ہمیں میسر نہ آسکا وہ اس ردعمل سے محفوظ رہے۔ بعض "شخصیات" کے سیاہ کارناموں کی تفصیلات آہستہ آہستہ دستیاب ہو رہی ہیں۔

ان مشہور شخصیات میں جو دہلی کے محاصرے کے دوران بہادر شاہ ظفر کے دربار سے متعلق رہیں ان میں مولوی مفتی صدر الدین آزردہ بھی تھے۔ پیشے کے لحاظ سے وہ سرکاری ملازم تھے اور دہلی میں باغی قوموں کے داخلے کے وقت تک بطور صدر الصدور اپنے فرائض انجام دے رہے تھے علمی لحاظ سے ان کا شمار چوٹی کے علماء و فضلاء میں کیا جاتا تھا۔ مصنف حدائق الحنفیہ کے مطابق "مفتی صدر الدین خان صدر الصدور جامع علوم صرف، نحو، منطق، حکمت، ریاضیات، معانی، بیان، ادب، انشاء، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ میں ید طولی رکھتے تھے اور درس دیتے تھے۔ (۱) انگریزوں کے خلاف جاری کیئے گئے جہاد کے ایک فتوی پر ان کا نام فتویٰ دینے والوں میں شامل بتایا جاتا ہے شہر پر انگریزی فوج کے قبضے کے بعد وہ کچھ عرصہ بند رہے۔ ایک غیر مصدقہ روایت ان سے منسوب ہے کہ انہوں نے فتویٰ کے کاغذ پر دستخط کرتے وقت "شہدت بالجبر" لکھ دیا۔ فتویٰ لینے والے یہ سمجھے کہ انہوں نے شہدت بالجبر" (میں نے خیر کے ساتھ

گواہی دی) لکھا مگر جب ان پر مقدمہ چلا تو انہوں نے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑائی کہ ان سے فتویٰ پر زبردستی دستخط کروائے گئے تھے۔ ان کا ثبوت انہوں نے یہ پیش کیا کہ انہوں نے اس کے ساتھ "شہدت بالجبر" (میں نے جبر سے گواہی دی) لکھ دیا تھا۔ بالآخر انہیں رہا کر دیا گیا اور بعد میں ان کو ضبط کردہ جائداد غیر منقولہ بھی واگزار ہو گئی۔ اس دور کے دہلی کا کوتوال سید مبارک شاہ اپنی ڈائری میں برطانوی حکومت کے بعض خیر خواہوں کا ذکر کرتے ہوئے تحریری کرتا ہے کہ وہ لوگ کھلے بندوں اپنے جذبات کا اظہار کرنے سے معذور تھے۔ اس کے مطابق شہر کے صدر الصدور مفتی صدر الدین کو بھی اسی زمرے میں رکھ سکتا ہے۔ شہزادوں اور فوج دونوں نے انہیں بار بار کہا کہ وہ اس امر کا فتوی دیں کہ جس جہاد میں وہ مصروف ہیں وہ بالکل جائز اور درست ہے اور اس سے خدائی خوشنودی حاصل ہو گئی۔ مفتی صاحب نے ایسا کرنے سے ہمیشہ احتراز کیا۔ (۲) بہر حال حقیقت کچھ بھی ہو، ان کی رہائی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ دلی طور پر فتوی کے حق میں نہیں تھے ورنہ انہیں کبھی معاف نہ کیا جاتا کیونکہ ایسا کرنا عوام کو بلاشبہ انگریزوں کے قتل پر اکسانا تھا جو انگریزی حکومت کی نظر میں بہت بڑا جرم تھا۔

۱۱ مئی کو جب باغی فوجیں دہلی میں اچانک داخل ہوئیں تو انگریزی نظم و نسق درہم برہم ہو گیا اور مفتی صدر الدین اپنی عدالت چھوڑ جا کر بیٹھ گئے۔ دو تین روز تک تو شہر میں کسی قسم کا کوئی قانون نافذ نہ تھا اور ہر جانب افرا تفری تھی۔ ایسے واقعات میں بہادر شاہ ظفر نے انہیں طلب کیا۔ اس کے بعد روزنامچوں اور جاسوسوں کی رپورٹوں میں ان سے متعلق جو تذکرہ ملتا ہے وہ درج ذیل ہے۔

ڈائری نویس جیون لال ۱۴ مئی کے روزنامچے کے تحت تحریر کرتا ہے بادشاہ نے مولوی صدر الدین خان بہادر کو بلایا اور انہیں شہر کا مجسٹریٹ مقرر کر دیا تا کہ وہ مقدمات کا غیر جانب داری اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔ مگر مولوی صاحب نے عدم صحت کی بناء پر معذوری چاہی۔ (۳) اسی تاریخ کے تحت چنی لال اپنی اخباری ڈائری میں لکھتا ہے کہ مولوی صدر الدین حاضر ہو کر آداب بجا لائے۔ مولوی صاحب نے ایک طلائی مہر پیش کی۔ بادشاہ نے انہیں عدالت دیوانی جوڈیشنل کورٹ کا منصف مقرر کیا مگر مولوی صاحب نے عرض کیا کہ مجھے معافی دی جائے۔ (۴)

عدم صحت تو ایک بہانہ تھا کیونکہ وہ اس سے قبل بحیثیت صدر الصدور اپنے فرائض ادا کر رہے تھے، دراصل وہ اس معاملے سے الگ رہنا چاہتے تھے۔ بعد کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ معذرت کے باوجود انہیں عدالتی ذمہ داریاں سونپ دی گئی تھی۔ جیون لال اپنی ڈائری میں ۲۷ جولائی کے تحت لکھتا ہے کہ "مولوی صدر الدین خان کو حکم دیا گیا کہ اس وقت تک فوجداری مقدمات کی سماعت کریں جب تک کہ انگریزوں پر فتح حاصل ہو" (۵) اسی طرح ۱۲ اگست کی ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دربار میں شریک ہوا کرتے تھے۔ ایک موقع پر حکیم احسن اللہ خان کا مال و اسباب اس شک میں لوٹ لیا گیا کہ وہ انگریزوں کی خیر خواہی میں سازشیں کرتا ہے۔ اس پر بادشاہ کا ردعمل جیون لال نے اس طرح ظاہر کیا ہے کہ "بادشاہ نے مولوی صدر الدین خان سے کہا کہ جب تک حکیم احسن اللہ خان کا مال، جسے سپاہیوں نے لوٹ لیا تھا واپس نہ کر دیا جائے گا اس وقت تک تمہیں دربار میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی جائے گی۔" (۶)

جیون لال ۱۹ اگست کی ڈائری میں لکھتا ہے: مولوی صدر الدین کے مکان پر آج پچاس سپاہیوں نے حملہ کیا

لیکن یہ دیکھ کر کہ وہاں ستر جہادی مقابلے کے لئے تیار ہیں وہ واپس آ گئے۔(۷) اس موقع کا پس منظر یہ ہے کہ دہلی میں ساٹھ ستر ہزار سپاہی اور جہادی جمع ہو چکے تھے۔ خزانہ خالی تھا اور بادشاہ کے پاس سپاہیوں کی تنخواہیں ادا کرنے کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ سپاہی آئے دن دربار میں آ کر بادشاہ سے تنخواہ کا مطالبہ کرتے تھے۔ اس مقصد کے لئے اہل ثروت اور مہاجنوں سے عطیات اور قرضے لئے جاتے تھے۔ اکثر امراء روپیہ مہیا کرنے سے انکار کر دیتے تھے یا بہانے تراشتے تھے تو سپاہی ان سے زبردستی وصولیاں کرتے تھے یا پھر ان کا سامان لوٹ لیا کرتے تھے۔ مفتی صدر الدین کا شمار مالدار افراد میں ہوتا تھا۔ اس لئے ان سے بھی رقم کا تقاضا کیا جاتا تھا۔

تراب علی جاسوس ۲۱ اگست کی رپورٹ لکھتا ہے: مفتی صدر الدین کو ایک لاکھ روپے دینے کے لئے روز تنگ کیا جا رہا ہے۔(۸) کہ انہوں نے اس مقصد کے لئے جہادی بھرتی کر لئے تھے۔ فتح محمد خان جاسوس نے یکم ستمبر کی رپورٹ میں لکھا ہے کہ مفتی صدر الدین کو رقم کی فراہمی کے لئے دربار میں طلب کیا گیا تھا۔ اس نے وہاں جانے سے انکار کر دیا۔ اس نے بہت سے غازیوں کو چوبیس روپے روزانہ کی تنخواہ کا وعدہ کر کے اپنے ساتھ ملا لیا ہے اس نے نہ صرف بادشاہ کو کوئی رقم دینے سے انکار کر دیا ہے بلکہ دھمکی دی ہے کہ اگر اسے زیادہ مجبور کیا گیا تو وہ شاہی فوج کے خلاف لڑ کر مرنے کے لئے تیار ہے۔ اس نے کہا ہے کہ وہ انگریزی فوج کی نسبت ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کو ترجیح دے گا۔(۹)

صرف یہی نہیں، مفتی صدر الدین نے انگریزوں سے باقاعدہ سازش کا منصوبہ بنایا اور تراب علی جاسوس کے ذریعے ان سے خط و کتابت کی ٹھانی۔ اس وقت دہلی کی انٹیلی جنس کا سربراہ ہڈسن تھا اور مولوی سید رجب علی اس کے نائب کے طور پر سرگرم عمل تھا۔ تراب علی اپنی رپورٹ محررہ ۲۳ اگست میں تحریر کرتا ہے۔ "کل میں نے آپ کے نام مفتی صدر الدین کا ایک خط بھیجا تھا" (۱۰)۔ اس کی ایک اور رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگریز اپنے قابل اعتماد جاسوس کے ذریعے مرزا الٰہی بخش اور مفتی صدر الدین جیسے لوگوں سے شاہی افواج کی تنظیم میں بھی حسب منشاء تبدیلیاں کروالیتے تھے۔ وہ اپنی ۲۵ اگست کی رپورٹ میں لکھتا ہے کہ آپ کے ایما کے بموجب میں نے مرزا الٰہی بخش اور مفتی صدر الدین صاحب سے عرض کر کے سکھوں کو ہر پلٹن سے نکلوا کر علیحدہ پلٹن سکھوں کی بنوائی تھی۔ چونکہ جواب خط مفتی صاحب اور مرزا صاحب کا نہیں آیا، میری عرض کو محمول برخود غرضی کیا اور اس کام کے انجام میں کم توجہ کیا۔ اس واسطے پھر سکھ لوگ متفرق ہو کر اپنی اپنی پلٹنوں میں داخل ہو گئے۔(۱۱)

متذکرہ بالا رپورٹ میں خطوں کا جواب نہ دینے کا معاملہ دراصل انگریزوں کی ایک حکمت عملی تھی۔ مولوی سید رجب علی جیسے لوگ جو شروع ہی سے ان کے ساتھ شریک کار رہے، ان کے لئے زیادہ قابل اعتماد تھے۔ جوں جوں محاصرہ طول پکڑتا گیا تو کچھ بااثر اور خود غرض افراد نے اپنے مفادات کے تحت انگریزوں سے رجوع کیا۔ انگریزوں کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ شہر کے اندر پل پل کی خبریں مل رہی تھیں۔ وہ شاہی فوج میں انتشار اور ان کے پاس اسلحہ کی کمی سے بھی مکمل طور پر آگاہ تھے۔ لہٰذا انہیں شہر پر قبضہ کر لینے کا پورا یقین تھا۔ وہ صرف برطانیہ سے آنے والی زبردست کمک کے وہاں پہنچنے کا انتظار کر رہے تھے۔ اس امر کی تصدیق اس مراسلت سے ہوتی ہے جو انگریز کمشنر گریتھڈ اور گورنر کالون کے درمیان ہو رہی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ فتح حاصل کرنے کے یقین کے تحت انہوں نے ان

لوگوں کا ممنون احسان ہونے کی ضرورت نہ کی اور خیال کیا کہ یہ لوگ آخری وقت میں ان کا ساتھ دینے کی پیشکش مجبوراً کر رہے ہیں ۔ اس طرح رابطہ رکھنے والوں کو شہر پر قبضے کے بعد اخلاقی طور پر رعایت دینا ضروری ہو جائے گا۔ ممکن ہے کہ ان کے سابقہ جرائم موجودہ پیشکش کے مقابلے میں شدید تر ہوں لہذا وہ آئندہ انفرادی معاملات کو جانچ کر ان کے متعلق فیصلے کریں گے۔ انہوں نے ان افراد کے ساتھ خط و کتابت کو بے فائدہ سمجھا اور یہ حکمت عملی اختیار کی کہ کسی کو جواب نہ دیا جائے۔ اس کا ثبوت کمشنر دہلی کے مراسلہ بنام گورنر اور اس کے جواب میں ملتا ہے۔ کمشنر گریتھڈ نے ۱۸ اگست کے خط میں تحریر کیا۔ "کل مجھے شہزادہ الٰہی بخش کا ایک خط ملا ہے وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ وہ ہمارے لئے کیا خدمت بجا لاسکتا ہے مگر میں اس کے ساتھ مراسلت میں نہیں پڑوں گا۔(۱۲) اسی طرح چند شہزادوں کی اس قسم کی پیشکش پر بھی اس رد عمل کا اظہار کیا گیا۔(۱۳) گورنر نے جواب میں لکھا آپ نے اچھا کیا جو شہزادوں کے ساتھ مراسلت میں نہیں پڑے۔(۱۴)

مفتی صدر الدین اور اس کے ساتھیوں کی پیشکش کا دائرہ کہاں تک وسیع تھا، وہ تراب علی کی درج ذیل رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔ حکیم احسن اللہ خان، مفتی صدر الدین، مرزا الٰہی بخش اور بیگم زینت محل سب اپنی اپنی اہلیت کے مطابق انگریزی حکومت کی مدد کرنے کے لئے تیار ہوں ۔ یہ سب کشتیوں کے پلوں کو تباہ کرنے کی کوشش کریں گے۔(۱۵)

بالآخر انگریز دہلی میں داخل ہو گئے اور مفتی صدر الدین کا وہ تمام سامان لٹ گیا جسے بچانے کے لئے انہوں نے جہادیوں پر رقمیں خرچ کی تھیں ۔ شاہی فوج کے ساتھ لڑمرنے کے ارادے کا اظہار کیا تھا اور انگریزوں کو اہل وطن کی لٹیا ڈبونے کی پیشکش کی تھی۔

کتابیات

(۱) بحوالہ علماء ہند کا شاندار ماضی جلد چہارم مطبوعہ دہلی (۱۹۶۰) صفحہ ۲۴۳

(۲) کوتوال کی ڈائری (انگریزی) مطبوعہ کراچی (۱۹۹۴ء) ص ۴۹

(۳) غدر کے صبح و شام مطبوعہ دہلی (۱۹۲۶ء) ص ۱۰۷

(۴) مقدمہ بہادر شاہ ظفر مطبوعہ دہلی (۱۹۲۰ء) ص ۱۲۷

(۵) غدر کے صبح و شام ص ۱۸۸

(۶) ایضاً ص ۲۱۴

(۷) ایضاً ص ۲۱۲

(۸) غداروں کے خطوط مطبوعہ دہلی (۱۹۹۳ء) ص ۱۴۷

(۹) ایضاً ص ۱۶۸

(۱۰) ایضاً ص ۱۵۰ (۱۱) ایضاً ص ۱۵۳

(۱۲) انٹیلی جنس ریکارڈ جلد اول مرتبہ سر ولیم میور مطبوعہ ایڈنبرگ ۱۹۰۲ء ص ۱۷۴ (۱۳) ایضاً ص ۴۷۸

(۱۴) ایضاً ص ۱۴۳ (۱۵) غداروں کے خطوط ص ۱۶۴